اسلام میں فرقہ بندی کے اسباب

الحاج محمد اسحاق صاحب ملتانی ۔ راولپنڈی

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک تقریباً تمام جزیرۃ العرب میں اللہ اور اس کے رسولؐ کا قانون عملاً نافذ ہو چکا تھا۔ ان کے بعد سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ، سیدنا حضرت عمر فاروقؓ اعظم، سیدنا حضرت عثمان غنیؓ ذوالنورین اور بنو امیہ کے ادوار حکومت میں محیر العقول، عالمگیر فتوحات کا وہ عظیم الشان سلسلہ شروع ہوا جس کی نظیر تواریخ اقوام میں نہیں ملتی۔

امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب فاروق اعظمؓ کے دور خلافت میں ۱۶ھ میں عراق فتح ہوا۔ جہاں ربیع اور مصر کے مشرک قبائل اور مجوسی ایرانی آباد تھے۔ یہ لوگ مذہباً کچھ بت پرست کچھ نصرانی تثلیثی، کچھ مزدکی اور کچھ زرتشتی تھے۔

آپؓ ہی کے دور خلافت ۲۰ھ میں شام فتح ہوا۔ یہ ازمنۂ قدیم سے کئی ادیان، اقوام اور تہذیبوں کی آماجگاہ چلا آتا تھا۔ ان میں فنیقی، اموری، کنعانی، فراعنہ، یونانی رومی اور عیسائی عرصہ دراز سے یکے بعد دیگرے حکومتیں کر چکے تھے۔ آخر میں یہ رومی سلطنت کا ایک حصہ تھا جس میں رومی تہذیب کے اثرات اپنی جولانیوں پر تھے۔ اور آبادی کی غالب اکثریت نے نصرانی مذہب اختیار کر رکھا تھا۔ فتح شام کے وقت یہاں پر رومن، یہودی، نصرانی، رومی، غسانی، لخمی، جذامی، کلبی، قضائی اور تجلی وغیرہ آباد تھے۔

۲۲ھ میں آپؓ ہی کے دور خلافت میں ایران فتح ہوا جہاں ایرانی، کچھ یہودی اور کچھ رومی تھے، جو ایران اور روم کی باہمی جنگ میں گرفتار ہو کر آئے تھے۔ یہ لوگ مذہباً یہودی، نصرانی، مزدکی، مجوسی اور زرتشتی وغیرہ تھے۔

۲۵ھ امیر المومنین حضرت عثمان غنیؓ ذالنورین الاموی کے دور خلافت میں مصر فتح ہوا تو وہ قدیم ترین مصری، فراعنی، یونانی اور رومی تہذیبوں کا گہوارہ

تھا۔ یہیں پر اسکندریہ بھی تھا جو فلسفیانہ ادیان و مذاہب کا سنگم اور مشرقی و مغربی افکار و آراء کا نقطۂ اتصال تھا۔

اس کے بعد خلفائے بنو امیہ کے تقریباً سو سالہ دور خلافت میں قبرص، روڈس، اصطخر، طبرستان، جرجان، خراسان، کرمان، سجستان، ترکستان، برقہ، ٹیونس، الجزائر، مراکش، اندلس، کاشغر، سمرقند، بخارا، خوارزم، قرطبہ، آرمینا، آذربائیجان، غزنہ، کابل حتی کہ سندھ تک کے علاقے یکے بعد دیگرے ایک عظیم الشان اسلامی مملکت میں شامل ہوتے چلے گئے۔ جن میں یہودی نصرانی، مجوسی، مزدکی، بربر، حبشی اور ہندو وغیرہ آباد تھے۔

جزیرۃ العرب سے باہر یہ تمام فتوحات ۱۳ھ سے ۱۳۱ھ تک ہوئیں جن کا سہرا صرف اور صرف امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب فاروق اعظمؓ، امیر المومنین حضرت عثمان غنیؓ ذوالنورین الاموی و دیگر خلفاء بنو امیہ اور ان کے مایہ ناز جرنیلوں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ الزہری، حضرت عبید اللہ بن الجراحؓ، حضرت خالد بن ولید بن مغیرہ ثقفیؓ، حضرت عمرو بن العاص بن وائل سہمی، حضرت عکرمہؓ بن عمرو بن ہشام (ابو جہل) مخزومی، حضرت شرجیل بن حسنہؓ، حضرت یزید بن ابو سفیانؓ بن حرب الاموی، حضرت معاویہؓ بن ابو سفیان بن حرب الاموی، حضرت عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح الاموی، حضرت عبد اللہ بن الزبیرؓ بن العوامؓ، حضرت سعید بن العاصؓ العدوی، عقبہ بن نافع، قتیبہ بن مسلم باہلی، موسیٰ بن نصیر، طارق بن زیاد اور محمد بن قاسم ثقفی کے سر ہے۔ اور یہ فتوحات تقریباً پینسٹھ لاکھ (۶۵۰۰۰۰۰) مربع میل کے رقبہ پر پھیلی ہوئی تھیں۔ اس رقبے میں اگر دس لاکھ اسی ہزار (۱۰۸۰۰۰۰) مربع میل کا جزیرۃ العرب کا رقبہ بھی شامل کر لیا جائے جو حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیقؓ کے مبارک عہدوں میں فتح ہوا تو بنو امیہ کے آخری دور خلافت ۱۳۲ھ تک۔ عرب مسلمان کرہ ارض کے تقریباً (۷۶۰۰۰۰۰) چھہتر لاکھ مربع میل پر قابض تھے اور یہ خالص بدوی عربوں کی اتنی بڑی حکومت تھی کہ دنیا میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ نہ چشم فلک نے اس سے قبل کبھی کوئی اتنی بڑی حکومت دیکھی اور نہ گوش گیتی نے سنی۔

آج دنیا کی عظیم ترین حکومتیں ریاستہائے متحدہ امریکہ، چین اور روس سمجھی جاتی ہیں۔ جن میں سے امریکہ کا کل رقبہ ۳۶،۲۸،۱۵۰ مربع میل، چین کا کل رقبہ ۳۴۰۰۰۰۰ مربع میل اور روس کا شمالی منجمد ایک تہائی علاقہ جس میں زندگی کے آثار ہی نہیں پائے جاتے نکال دیا جائے تو اس کا باقی رقبہ ۵۷،۶،۴۰،۸۱ مربع میل رہ جاتا ہے۔ پاکستان کو بڑی شان سے اسلام کا قلعہ کہا جاتا ہے اور اسلام کے اس قلعے کا کل رقبہ صرف ۳،۶۵،۵۲۹ مربع میل ہے

مندرجہ بالا اعداد و شمار سے آپ کو کچھ اندازہ ہو گیا ہو گا کہ تقریباً (۷۶،۰۰۰۰۰) چھہتر لاکھ مربع میل رقبہ پر پھیلی ہوئی کتنی عظیم الشان حکومت ہوگی۔ جو بنو عباس کو بنو امیہ سے وراثت میں ملی۔ اور پھر اتنی بڑی حکومت میں کتنی آبادی ہوگی۔ وہ لوگ کتنے رنگوں اور کتنی نسلوں کے ہوں گے۔ ان کے کتنے گوناگوں مذاہب، رسوم ورواج و عادات ہوں گی اور پھر مختلف طبائع کے کروڑوں افراد پر مشتمل یہ انبوہ جو مختلف ممالک میں پھیلا ہوا ہوگا اپنے غیر ملکی عرب آقاؤں سے کتنی محبت کرتا ہوگا؟

ان محکوموں کو اور خصوصاً ایرانی مجوسیوں کو عربوں سے جو شدید نفرت تھی اس کا اظہار ان کے ایک مشہور شاعر فردوسی نے یوں کیا ہے

زشیر شتر خوردن و سوسمار
عرب را بجائے رسیدہ است کار
کہ تاج کیاں را کند گرداں تفو
تفو بر تو اے چرخ گرداں تفو

"اونٹنی کا دودھ پینے والے اور گوہ کا گوشت کھانے والے ان عربوں کا دماغ اب اس حد تک جا پہنچا تھا کہ وہ ایران کے شاہان کیکاؤس وکیخسرو کے تاج کی طرف نگاہیں لگائے ہوئے تھے اور اسے حاصل کرنے کے آرزومند تھے۔ وائے۔ کیا زمانہ آگیا تھا۔ اے گردش کرنے والے آسمان تجھ پر ہزار لعنت ہو"

جب تک خلفاء بنو امیہ کا دور رہا۔ وہ لوگ خالص عرب، خالص عرب عصبیت کے حامل اور اکھڑ بدوی تھے۔ اور عصبیت وہ جذبہ تھا جو غیروں کے مقابلے میں

عربوں کو ایک دوسرے سے قریب ترکردے۔ اس کی صورت یہ تھی کہ عرب اگر مجتمع ہوسکتے تھے تو مضر کی قیادت میں۔ اور مضر اگر اکٹھے ہوتے تو قریش کی قیادت میں۔ اور قریش سرداری قبول کرتے تو عبد مناف کی۔ یہی وجہ تھی کہ خلفائے بنوامیہ کرہ ارض کی ۰۰۰۰۰۰۶۰۷ مربع میل پر پھیلی ہوئی وسیع و عریض حکومت کے مالک تھے جس میں لاتعداد مذاہب کے لوگ بستے تھے اور ان میں کئی بڑے جوہر قابل اور بڑے لائق و فائق بھی تھے لیکن یہ بنوامیہ کی انتہائی فراست تھی کہ انہوں نے کبھی بھی غیر عرب قوموں کو حکومت و سیاست کے کاروبار میں دخل نہیں دینے دیا۔ اسی لیے عرب صرف خدا پرست رہے۔ شخصیت پرست نہ بنے۔ انہوں نے چونکہ لاکھوں میلوں کی وسعت تک صرف خدا اور رسولؐ کی حکومت قائم کرنے کے لیئے بے پناہ تلواریں ماری تھیں اور ہزاروں گردنیں کٹوائی تھیں اور کسی خاص گروہ یا قبیلے یا چند گنے چنے افراد کو عرش پر بٹھلنے کے لیئے یہ جدال و قتال نہ کیا تھا۔ اس لیئے بنوامیہ کے آخری دور تک اسلام میں کوئی نیا فرقہ پیدا نہ ہوسکا۔ سب لوگ صرف اور صرف خدا پرست تھے۔ عربوں کی اس کیفیت کا ذکر سیدنا حضرت علیؓ نے جنگ صفین کے سلسلہ میں اپنے ایک گشتی مراسلہ میں بھی فرمایا تھا۔

"ابتدائی صورت حال یہ تھی کہ ہم اور شام والے آمنے سامنے آئے۔ اس حالت میں کہ ہمارا اللہ ایک، نبی ایک اور دعوت اسلام ایک تھی ..."

(شرح نہج البلاغہ امامیہ ص۳۷)

لہٰذا بنوامیہ کے آخری دور تک نہ شخصیت پرستی پنپ سکی اور نہ اسلام میں کوئی نیا فرقہ پیدا ہوسکا۔ اس لئے کہ شخصیت پرست اور فرقہ پرور یہ خوب جانتے تھے کہ اگر وہ خدا پرست عربوں کے ہتھے چڑھ گئے تو ان کے سر ان کے دھڑوں سے الگ کردیئے جائیں گے۔

ایران کے ایک دانشور کاظم زادہ نے اس صورت حال کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔ "ایرانی روح یا جذبہ نے جال میں پھنسے ہوئے کسی پرندے کی مانند اپنے آپ کو بے رحم شکاری کے ہاتھ میں قید پایا اور اب وہ آزادی کی لاانتہا فضا میں بلند پروازی کی ہمت بھی کھو بیٹھی تھی اور اس کے بعد ان جان بخش

اور فانوس دانوں کو چگنے اور کھانے کے لئے کہ جن سے وہ اپنی پرورش کیا کرتی تھی آزاد نہ تھی۔ بلکہ اب وہ ایک نہایت تاریک و تنگ کوٹھڑی میں اور ایک بغیر روشندان اور بغیر آب و غذا والے پنجرے میں گرفتار اور مقید ہو کر رہ گئی تھی" (تجلیات روح ایرانی ص۱۰)

ایسی صورت حال میں کہ اصلاً اور نسلاً خالص عرب ۔کرۂ ارض کے تقریباً (۶۰۰۰۰۰۰) پچھتر لاکھ مربع میل کے وسیع و عریض رقبہ پر پھیلی ہوئی حکومت میں بسنے والے مختلف ادیان، مذاہب وعقائد و الوان ولغت رکھنے والے کروڑوں باشندوں کے بلا شرکت غیرے قابض و مالک و آقا تھے۔ اور وہ سب ان کے محکوم تھے۔ لہٰذا ان عجمی محکوموں کا اپنے عرب آقاؤں کے خلاف بڑی بھیانک، گھناؤنی، مکروہ اور غلیظ قسم کی سازشیں کرنا اور ان پر قسم قسم کے اتہامات اور بہتانات لگانا کچھ خلاف توقع اور عجیب نہ تھا لہٰذا ان محکوم عجمیوں کی سازشوں کے نتیجہ میں محض حادثاتی طور پر حکومت ایک پکے ہوئے پھل کی طرح بنوامیہ سے چھن کر بنو عباس کی گود میں آگری۔ جبکہ درحقیقت بنوامیہ کی مخالف سازشی قوتوں کا مطمع نظر بنوامیہ کے بعد کسی اور کو برسر اقتدار لانا تھا۔

خلافت راشدہ اور بنوامیہ کے ادوار میں ایک ضابطۂ ہدایت (قرآن مجید) ایک امت، ایک مملکت اور ایک ہی ضابطۂ قوانین تھا۔ نہ امت میں فرقے، نہ مختلف فقہوں کا وجود۔ نہ الگ الگ قوانین، نہ شخصی اور ملکی قوانین میں تفریق، نہ مذہبی ادارے اور نہ خلیفہ کے علاوہ کسی شخص کو دینی یا سیاسی معاملات کے اختلاف میں کوئی فیصلہ یا فتویٰ دینے کا اختیار تھا۔ خلیفہ اپنی مجلس مشاورت کے ذریعہ فیصلہ کرتا تھا۔ اس کے علاوہ کوئی شخص یا جماعت خلیفہ کو کوئی تجویز پیش کرنے یا مشورہ دینے کی مجاز تھی۔ البتہ خلیفہ اور مجلس مشاورت دونوں قرآن مجید کے تابع رہتے تھے کیونکہ وہ یہ جانتے تھے کہ

ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الکافرون (۵/۴۴)

لہٰذا بنوامیہ کے آخری دور ۱۳۲ھ تک امت میں کوئی فرقہ پیدا نہ ہوا تھا۔ قرآن مجید کے علاوہ فقہی قوانین کا کوئی ضابطہ وجود میں نہ آیا تھا۔ وحدتِ امت قائم تھی جس کا فکر و عمل ایک تھا۔

برامکہ، ایران کے بڑے آتش کدہ "نوبہار" کے کی اولاد میں سے تھے۔ ۸۶ھ میں امیر المومنین ولید بن عبدالملک اور موسیٰ کے جلیل القدر گورنر حجاج بن یوسف ثقفی

نے مایۂ ناز جرنیل قتیبہ بن مسلم باہلی کو خراساں کا حاکم مقرر کیا' جس نے بلخ پر چڑھائی کی۔ وہاں سے چند لونڈیاں گرفتار ہوئیں۔ ان میں برمک دوم کی بیوی بھی تھی۔ یہ عورت عبداللہ برادر قتیبہ بن مسلم باہلی کے حصہ میں آئی۔ اس وقت وہ حاملہ تھی۔ اس سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام خالد (متوفی ۱۶۳ھ) رکھا گیا۔ خالد برمک بڑا ہو کر امام ابراہیم عباسی کے مشہور نقیب ابو مسلم خراسانی کا دستِ راست بنا اور ترقی کرتے کرتے خلیفہ مہدی عباسی کا اتالیق بن گیا۔ اور مسلمانوں کی بدنصیبی دیکھئے کہ اسی خالد برمک کے بیٹے یحیٰی برمک کو خلیفہ ہارون الرشید عباسی کی اتالیقی کا مرتبہ مل گیا اور خلیفہ ہارون الرشید عباسی نے برسر اقتدار آنے پر یحیٰی برمک کو اپنا وزیر اعظم بنا لیا۔ جن لوگوں کو بنوامیہ حکومت و سیاست کے پاس نہ پھٹکنے دیتے تھے۔ بنو عباس نے انہیں گود میں بٹھالیا۔ اس لئے کہ خلافت کا بنوامیہ سے بنو عباس کی طرف منتقل ہوتا انہی عجمیوں کی کارفرمائی کا نتیجہ تھا۔

یحیٰی برمک کو اور اس کے باپ خالد برمک کو ایران کے شہنشاہ کی بربادی اور بے کسی کے منتقمانہ جذبات وراثتاً ملے تھے۔ ان لوگوں نے اپنی آنکھوں کے سامنے بڑے بڑے انقلاب دیکھے، وہ اپنے باپ دادا کی بربادی' اپنے خاندانی احترام اور ایرانی شہنشاہی کے افسانے نہایت عقیدت اور حسرت سے سُن چکے تھے۔ وہ اپنے آپ کو ایرانی قوم کا نمائندہ اور پیشوا سمجھتے تھے۔ لیکن انقلابات زمانہ نے انہیں نہایت ابن الوقت اور محتاط بنا دیا تھا۔ یحیٰی برمک اس قدر چالاک اور مکّار تھا کہ اس نے ہادی کی ماں خیزران کو اپنے ہی بیٹے کا دشمن بنا کر ہادی کو ماں کے ہاتھوں قتل کروا دیا تھا۔ اس نے نہایت ہوشیاری اور غیر محسوس انداز سے تمام اہم ملکی عہدے اپنے بھائیوں' بھتیجوں اور ہم خیال ایرانیوں کے حوالے کر دیئے۔ خود حکومت و سیاست کے سیاہ و سفید کا مالک بن گیا اور خلیفہ کو بھیس بدل کر' راتوں کو شہر میں گھوم کر لوگوں کے حالات معلوم کرنے کے تشغل پر لگا دیا۔

آل برمک کے ہاں مجوسی النسل نو مسلموں کی خفیہ مجلس ہوا کرتی تھیں۔ وہ لوگ حکومت پر اس درجہ حاوی آگئے تھے کہ ان کی ایک خفیہ مجلس میں کسی نے کہا کہ ابو مسلم خراسانی نے کیسی قابلیت سے سلطنت ایک خاندان سے دوسرے خاندان میں منتقل کر دی

جعفر بن یحییٰ بن خالد برمک نے جواب دیا۔ یہ کوئی قابلِ تعریف کام نہ تھا کیونکہ چھ لاکھ انسانوں کا خون بہا کر سلطنت ایک خاندان سے دوسرے میں منتقل کرنا کوئی خوبی نہیں۔ خوبی یہ ہے کہ سلطنت ایک خاندان سے دوسرے خاندان میں منتقل ہو جائے لیکن کانوں کان کسی کو خبر نہ ہو۔

برامکہ گو دیگر کروڑوں نومسلموں کی طرح اسلام لے آئے تھے۔ لیکن وہ عربوں کے عموماً اور اسلام کے خصوصاً بدترین دشمن تھے جس نے انہیں ایک ان دیکھے خدا کے سامنے لا کھڑا کیا جس نے ان کے آتش کدوں پر مشکوں پر پانی ڈال کر ہزاروں سال سے بھڑکتی ہوئی مقدس آگ کو ٹھنڈا کر دیا۔ جس نے ان کے دینی تقدس اور مذہبی پیشوائیت کو نیست و نابود کر ڈالا۔

بنو امیہ کے آخری دور ۱۳۲ھ تک ان غیر عرب یہودی، عیسائی، مجوسی مزدکی، زرتشتی معاندانہ قوتوں کو کھل کھیلنے کا موقع نہ مل سکا۔ اس لئے اسلام کسی منتقمانہ دست برد سے محفوظ رہا۔ لیکن بنو عباس کے ابتدائی دور ہی میں تمام اسلام دشمن قوتوں کو کھلی چھٹی مل گئی۔ بلکہ وہ اقتدار ہی میں شریک کر لئے گئے تو انہیں اسلام کی شکل و صورت مسخ کرنے کا بہترین موقع مل گیا۔ ہے۔

خلیفہ ہارون الرشید عباسی کے وزیر اعظم اور مختار کل یحییٰ برمکی کے مشورہ سے بغداد میں "بیت الحکمت" قائم کیا گیا جس میں یونانی، عبرانی، فارسی، ہندی کتابوں کے ترجمے کئے گئے۔ اور یونانی، یہودی، عیسائی، مسلمان، زرتشتی اور ہندو علماء کے مباحث و مناظروں کا اہتمام کیا گیا جس میں خلیفہ اور امراء دربار خود دلچسپی لیتے تھے لیکن عیارانہ اور مکارانہ دینی اور مذہبی رواداری کی آڑ میں۔ آخر "بیت الحکمت" امت کے اندر فکری اور نظریاتی انتشار کا موجب بنا۔ اس مذہبی آزادی اور مباحث کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر مذہب کے لوگوں کو اسلامی تعلیمات کے خلاف کھل کھیلنے اور اعتراضات کرنے کا موقع مل گیا۔ خلافت کی طرف سے گرفت ڈھیلی ہو گئی۔ اور لوگوں کو قرآن پاک کی بجائے غیر قرآنی لٹریچر، روایات تاریخ، تفاسیر، تصوف، منطق، فلسفہ، اساطیر وغیرہ مہیا کر کے اسلام سے برگشتہ کر دیا گیا۔ خلافت کی سرپرستی سے محروم ہو کر دین لاوارث ہو گیا اور مذہبی

پیشوا ئیت نے اسے اپنی تحویل میں لے کر اپنی روزی کا ذریعہ بنالیا۔ اسطرح ایک ہی مملکت کے اندر مذہب وسیاست کی دو متوازی حکومتیں قائم ہوگئیں جنہوں نے قرآن کو چھوڑ کر اسلام کے نام سے اپنے اپنے احکام جاری کر لئے اور لوگ مذہبی پیشوائیت کی تکفیر وتفسیق کی چھری سے ذبح ہونے لگے۔ یہ ایک بڑا ہولناک انتقام تھا جو یہودی، مجوسی نومسلموں نے اسلام سے لیا۔ اسلام کی سینکڑوں عجیب وغریب شکلیں نکل آئیں۔ اور ہر گروہ نے اپنے ڈھب کا ایک ترقی یافتہ اسلام گھڑ لیا اور کاظم زادہ نے اس کے متعلق لکھا۔

" اسی روح یا جذبہ کی برکت ہے کہ ایرانی قوم نے اسلام لانے کے بعد اور چند صدیاں غلامی میں گزارنے کے بعد اسلام میں ایسا افتراق وغلا پیدا کیا اور اس کو اپنے اخلاق، روح اور طور واطوار کے مطابق ایسے ڈھالا کہ ایک ترقی یافتہ اور ایرانی اسلام وجود میں آگیا۔"

(تجلیات روح ایرانی ص۹ بحوالہ اہل فارس وسلمان فارسی ص۲۱۳)

مسلمانوں کے ساتھ دوسرا المیہ یہ ہوا کہ ماسوا عبداللہ سفاح، ابوجعفر منصور، اور ہارون الرشید کے باقی تمام خلفاء عباسیہ کی لمبی قطار میں کسی کی بیوی عرب خاتون نہ تھی۔ بلکہ وہ تمام یہودی، عیسائی، بربر اور مجوسی ام ولد لونڈیاں تھیں۔ ایرانی لونڈیوں کے متعلق تو امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضؓ خصوصیت سے یہ فرمایا کرتے تھے کہ ان سے احتراز کیا کرو، ان کی حد سے گزری ہوئی دلربائی تمہارے لئے بہتر نہیں۔ یہ تم سے تمہاری عرب بیویاں چھڑا دے گی۔

یہ عجمی عورتیں جو طبعاً اپنے آبائی مذاہب اور رسوم ورواج کی طرف زیادہ مائل تھیں، ان کی وجہ سے عباسی درباروں میں عربوں کا عمل دخل کم ہونے اور عجمیوں کے اثر ورسوخ بڑھ جانے کی بناپر عجمی سازشوں کو کھل کر کام کرنے کا موقع مل گیا اور قدم قدم پر تفریق بین المسلمین کے اڈے قائم ہو گئے جن کو فلاں اور فلاں کا حلقہ درس کا نام دیا جانے لگا، جہاں عربوں کے سیدھے سادے دین کو کچھ سلجھانے کی بجائے اور الجھا دیا جانے لگا۔ بال کی کھال اتاری جانے لگی۔ لوگ دینی معاملات میں فیصلوں کے لیئے علماء کی طرف بڑھے، جنہوں نے اپنی

اپنی عقل اور فکر سے انفرادی فیصلے دینے شروع کر دیئے' جس سے اجتماعیت کا فنا ہونا اور اختلاف رائے کا پیدا ہونا ایک لازمی امر تھا۔ اب حالت یہ ہوگئی کہ کتاب اللہ' روایات' تواریخ' تفاسیر کی موجودگی میں بھی مذہبی علماء کوئی متفقہ فیصلہ نہ دے سکتے تھے۔ جس سے مختلف مذہبی فرقے وجود میں آگئے جنہوں نے الگ الگ فقہی ضابطے مرتب کر کے اختلاف امّت کو اور ضرب دے دی عجمیوں کی سازش کامیاب ہوگئی اور تمام مسلمان ایک دوسرے کا گلا کاٹنے پر لگ گئے۔

قارئین کرام کے نام!

جن قارئین کرام کا سالانہ زرِ تعاون ختم ہو چکا ہے۔ انہیں اس کی اطلاع دی گئی ہے۔ لہٰذا وہ زرِ تعاون ارسال کرتے وقت اپنے خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔ اگر دو ہفتے تک زرِ تعاون موصول نہ ہوا۔ تو انہیں پرچہ بذریعہ وی پی (مبلغ -/۲۰ روپے) بھیجا جائے گا۔ جس کا وصول کرنا ان کا دینی، اخلاقی اور جماعتی فریضہ ہوگا۔

نئے معاونینِ کرام منی آرڈر بھیجتے وقت اس کے نیچے (ن) کا نشان لگا دیا کریں۔ اس سے دفتری امور کی انجام دہی میں سہولت رہتی ہے۔ شکریہ!